موقع پیدا ہو رہا ہے کہ دین و اخلاق کی طاقت فسق و فجور کو کھلم کھلا چیلنج کرے گی۔ قدرتی طور پر ایک نئی قسم کے حریف کو میدان میں دیکھ کر پرانی طاقتوں میں اشتعال پیدا ہوگا اور وہ اپنی قوت کا آخری حدِ امکان تک پورا پورا مظاہرہ کریں گی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس موقع پر دم توڑتے ہوئے پیشہ ور لیڈر ایک آخری سنبھالا لیں گے وہ جو پاکستان کی خدمت اور اسلام کی تجدید کے لئے کبھی متفق نہ ہو سکے تھے، اپنی اغراض کے لئے جھاڑو کے تنکوں کی طرح ایک مٹھ میں بندھ جائیں گے، وہ جو اپنی کمائیوں میں سے خدا اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے ایک کوڑی خرچ کرنے کا ظرف نہیں رکھتے، روپے کا سیلاب بہا دیں گے ــــ محض اس لئے کہ پاکستان کی تعمیرِ نو کے لئے کوئی صالح طاقت ابھر نہ سکے۔

قطع نظر اس سے کہ فسق و فجور کی تیاریاں اور استحکامات کیا کچھ ہیں، ہم کو تو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے بہر حال اپنا دینی فرض ادا کرنا ہے۔ اور مزاحمتیں جتنی شدید ہوں، اتنی ہی زیادہ سرگرمی و قربانی سے کام لینا ہے ــــ اور انشاء اللہ ہم مزاحمتوں کا سینہ چیر کر اپنا راستہ نکال لیں گے، کیونکہ ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ "الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا"۔

جماعت اسلامی کو انتخابات میں جو مداخلت کرنی ہے اُس کا مرکزی پہلو یہ ہے کہ صالحین کی زیادہ سے زیادہ طاقت میں اصولی اور مقصدی اتحاد پیدا کر کے رائے عامہ کو الیکشن میں حصہ لینے کے لئے اسلامی اصول و حدود کی تربیت دی جائے اور اسلامی معیارِ انتخاب کو اُن کے ذہن نشین کرایا جائے کہ تم ایک ـــ ایسی مملکت کے باشندے ہو اور ایک ایسی قوم کے فرد ہو جو خدا کو اپنا حاکم مان چکی ہے، اس کی نیابت کے منصب پر قائم ہونے کا اقرار کر چکی ہے، اور حدود اللہ کی پابندی میں ہر قدم اُٹھانے کا دستوری فیصلہ کر چکی ہے، لہٰذا اب تمہارا ووٹ اللہ تعالیٰ کی ایک "مقدس امانت" ہے اور اس امانت کو تم خدا کے قانون اور اس کے رسولؐ کی ہدایت سے ہٹ کر استعمال کرنے کے شرعاً، اخلاقاً اور دستوری حیثیت سے حقدار نہیں رہے۔ اب اگر تم خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف اپنا ووٹ کسی خوف، کسی لالچ اور کسی غلط عصبیت کی بنا کر غلط لوگوں کے ہاتھ بیچ دو گے تو یہ اسلام سے ایسی ہی کھلی غداری ہوگی جیسے کسی مسجد کو ایک مشرک کے ہاتھ گروی رکھ دیا جائے جس

طرح نماز کی امامت اور خطابت کیلئے جاہل اور فاسق شخص کو دانستہ پسند کرنا ایک گناہ ہے، اسیطرح اپنے ووٹوں کے ذریعے اسلامی ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لئے کسی غیر صالح آدمی کو منتخب کرنا بھی شریعت کی رو سے گناہ ہے۔

ہم اپنے عوام کو قرآن کا یہ حکم اچھی طرح سمجھا دینا چاہتے ہیں کہ:۔

"ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" اپنی امانات (خصوصاً امانتِ اقتدار) کو صرف اہل لوگوں کے حوالے کرو۔

اس آیت کے ہوتے ہوئے اگر ایک اہل شخص کو چھوڑ کر ایک نااہل کو اس کے مقابلے میں رائے دی جائے تو اُس جُرم کے لئے مسلمان ووٹروں کو خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا کہ تم نے ووٹ کی امانت کے لئے ایک نااہل کو کیوں ترجیح دی؟

ہم اپنے عوام پر یہ حقیقت واضح کریں گے کہ اس وقت ملک کے اندر اسلام کے مخالفین اور اسلام کے مخلص خدمت گذار مقابلے پر آرہے ہیں، اب تم کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ تم مغرب کے دین جمہوریت یا دینِ اشتراکیت یا بعض لوگوں کے خود ساختہ دینِ نفسانیت کو غالب کرنے کے لئے اپنا ووٹ استعمال کروگے یا اسلام کے محاذ پر کھڑے ہوکر ——— اس کے ذریعے فسق وفجور کی قوتوں کے خلاف جہاد کروگے؟

جماعتِ اسلامی عوام کو صرف اہل لوگوں کو ووٹ دینے کا اصولی فرض بتا کر ان سے الگ نہیں ہوجائیگی کہ بس اب تم اہل اور نااہل کا امتیاز خود کرتے رہو، بلکہ اسے اہل اور نااہل یا صالح اور غیر صالح کی تمیز کے لئے کتاب وسنت کی ہدایت کو کھول کے سامنے لانا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو تفصیل سے بتائے کہ اسلام اور پاکستان کی ضروریات کے لحاظ سے غیر صالح لوگوں کی کھلی علامات کیا ہیں جن کی طرف اسلام کے اصول رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو ووٹ کی خدائی امانت سپرد کرنا شرعاً حرام ہے، اُن سے پاکستان کے مناصبِ اقتدار کو بچانے کے لئے عوام کو "خطرے کی گھنٹی" کم سے کم حسب ذیل علامات سے خبردار رکھنا ناگزیر ہوگا:

(۱) شرعاً یہ حق صرف مسلمان عوام کو پہنچتا ہے کہ وہ سر جوڑ کر جا بجا بیٹھیں اور نیک سیرت اور سمجھدار لوگوں کے مشورے سے اپنے اندر سے صالح ترین فرد کو خود اسلام اور پاکستان کی خدمت کے لئے پسند کریں۔ منصب کی

خواہش کا اظہار اگر کسی شخص کی طرف سے ہو تو وہ خدا اور رسول کے دین کی نگاہ میں منصب کے لئے سب سے زیادہ نا اہل ہے۔ کیونکہ یا تو وہ منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی حرص میں مبتلا ہے، یا اسے ذمہ داریوں کے بوجھ کا اندازہ ہی نہیں۔ دونوں صورتوں میں ملت کے لئے وہ مضر ثابت ہوگا۔ جہاں منصب کا لالچ ہوگا، وہاں لازماً یہ آثار موجود ہوں گے:۔

(ل) اپنے آپ کو خود امیدوار بنا کر پیش کرنا یا لوگوں سے کہنا کہ مجھے منتخب کرو۔

(ب) ووٹ حاصل کرنے کے لئے روپیہ دینا اور ضیافتیں کھلانا،

(ج) اپنی تعریف و توصیف کے لئے لکھنے اور بولنے والے کارکنوں کو کرائے پر استعمال کرنا۔

(د) برادری یا پارٹی کی عصبیت کا واسطہ دلانا۔

(۲) ایک آزاد مملکت — خصوصاً ایک اسلامی مملکت کا نظام چلانے کے لئے علم اور بصیرت کی ضرورت واضح ہے۔ ہمیں آج ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اسلام کے نظام زندگی کا بھی پورا علم رکھتے ہوں اور موجودہ زمانے کی سیاست کو بھی جانتے ہوں۔ پس اگر کوئی شخص اسلام کے علم سے، یا دونوں پہلوؤں سے کورا ہو وہ کتنا ہی بڑا لیڈر کیوں نہ بنا چلا آ رہا ہو، شرعاً ہمارے لئے نا اہل اور غیر صالح ہے۔ اب تو کسی منصب کے لئے پہلے اسلام کا علم اور پھر موجودہ زمانے کے حالات کے علم کو دیکھا جائے گا۔

(۳) اسلامی حکومت کا انتظام چلانے میں ہم کو یہ بھی دیکھنا ہے کہ کون کیسا مسلمان ہے؟ اب صرف "نعروں" سے آدمی کی حیثیت کا اندازہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ عملی زندگی پر بھی نگاہ ڈالنا لازم ہے۔ اب اسلامی نظام چلانے کے لئے وہ کارکن بے کار ہیں جن کی اپنی زندگی اسلامی نہ ہو۔ اب ہم ایسے نمائندوں کی خدمات کے ضرورت مند نہیں ہیں جو:۔

(ل) مسلمانوں میں شامل ہیں، لیکن اسلام کو موجودہ زمانے کے لئے غیر موزوں سمجھتے ہیں اور اب جن کا ایمان یا تو جمہوریت پر ہے یا اشتراکیت پر!

(ب) وہ جو اسلام کے ان بنیادی عقاید سے ہٹ چکے ہوں کہ خدا نے لاشریک ہی انسانوں کا خالق، مالک، حاکم اور ہادی ہے، نبی صلعم ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے صحیح رہنما اور قطعی اسوہ ہیں، زندگی کے صحیح قانون

اور نظام کا ماخذ صرف کتاب و سنت ہے، اور یہ کہ عدالتِ آخرت میں بنی نوعِ انسان کے اعمال کی جزا و سزا کا فیصلہ ہوتا ہے

(ج) جو خدا اور رسول کے دین سے اتنی وفاداری نہ رکھتے ہوں کہ بنیادی عبادات کو پوری شرعی پابندیوں کے ساتھ مستقلاً سرانجام دیتے ہوں۔

(د) وہ جن کے عام معاملات اسلام کی اخلاقی حدود سے آزاد ہوں اور جن کے متعلق شراب نوشی سود خواری، بے پردہ معاشرت، رشوت ستانی، بلیک مارکیٹ، اموالِ متروکہ کی لوٹ، ناجائز الاٹمنٹ، رقص و سرود سے دلبستگی، مزدوروں اور ملازموں کی حق تلفی، مزارعین کی ایذا رسانی، پڑوسیوں کی آزاری گندی سوسائٹی سے دلبستگی یا کسی دوسرے گناہِ کبیرہ مثلاً جھوٹ، فریب دہی، وعدہ خلافی، اسراف وغیرہ کا کھلا کھلا ثبوت مل چکا ہو۔

(ہ) وہ جو آج سے پہلے لیڈری یا کسی سرکاری عہدے کو حاصل کر کے اسے اسلام اور مسلمانوں کی صحیح خدمت انجام دینے میں استعمال کرنے کے بجائے ذاتی فائدوں کے لئے استعمال کر کے اپنا کھوٹ سامنے لا چکے ہوں۔

(و) وہ جن کی شخصی زندگیوں میں تقویٰ کا رنگ موجود ہو، لیکن جو اپنے تقویٰ کو ایسے اشخاص یا پارٹیوں کے ہاتھ بیچتے پھریں جن کی وفاداری اسلام سے نہیں ہے۔

یہ ساری علامات ایسی کھلی کھلی ہیں کہ عوام اگر ان کی فہرست سامنے رکھ لیں تو وہ بڑی آسانی سے خطرناک آدمیوں کو پہچان سکتے ہیں، اور یہ فہرست علامات بہر حال ہمیں اپنے عوام تک پہنچانی ہے۔

دوسری طرف مثبت طور پر جماعت اسلامی کا کام یہ ہے کہ وہ ملتِ اسلامیہ پاکستان کے ایک ایک فرد کو اس بات کا شعور دلائے کہ نبی صلعم کی شریعت کی رو سے ایسے صالح افراد کی علامات کیا ہیں جن کو منتخب کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کے لحاظ سے موجب برکت و فلاح ہے۔

رائے عامہ کی تربیت کی اس مہم میں صرف اتنا ہی کافی نہیں ہوگا کہ پوسٹروں، پمفلٹوں، ہینڈ بلوں،

اخبارات اور صالح لٹریچر کو استعمال کیا جائے اور تقریروں اور خطبوں سے کام لیا جائے۔ بلکہ زیادہ ضرورت اس بات کی ہوگی کہ ایک ایک حلقہ کے عام ووٹروں سے براہ راست شخصی ربط بڑھایا جائے، نیز بااثر لوگوں سے ملاقاتیں کر کے اُن کو اسلام کے تقاضوں کے احترام پر آمادہ کیا جائے۔

لٹریچر، تقاریر اور شخصی ربط کے سارے ذرائع سے عوام اور خواص میں ایسا جذبہ ابھارنا ہمارے مدنظر ہے کہ وہ دین حق کی سربلندی کے لئے شخصی فائدوں، برادریوں کی عصبیتوں اور مہاجر و انصار کی تمیز کو بالکل درکنار رکھ دیں۔ اس وقت صرف یہ سوال پیش نظر رہنا چاہیے کہ پاکستان کی گاڑی کے ڈرائیور وہ لوگ بنتے ہیں جو اسے فسق و فجور کی شاہ راہ پر ٹیوپارک اور ماسکو کی طرف لے جانے والے ہیں یا وہ لوگ بنتے ہیں جو اسلام کی بتائی ہوئی شاہ راہ پر ہماری گاڑی کو رضائے الٰہی کے حریم پاک کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ سوال اگر سامنے ہو تو پھر ان سوالات کا کوئی مقام نہیں رہتا کہ کون مغل ہے اور کون راجپوت، کون بھٹی ہے اور کون ارائیں، کون زراعت پیشہ ہے اور کون غیر زراعت پیشہ، کون مہاجر ہے اور کون مقامی؟ بڑا سوال جب سامنے ہو تو چھوٹے سوالات ختم ہو جاتے ہیں۔

خود شریعت کی رُو سے مسلم اور مسلم کے درمیان، ایمان، علم، اخلاق اور تقویٰ کے سوا کسی دوسری صفت سے فرق کرنا منع ہے۔ شعوب و قبائل کی تقسیمیں محض تعارف کے لئے ہیں، نہ کہ بھلے اور بُرے یا صالح اور فاسق کی تمیز کے لئے۔

اسی سلسلے میں عوام کو ایک اور جہاد کی ترغیب دلانا بھی ناگزیر ہے۔ وہ یہ کہ اب وہ ہمت کر کے ان بتوں کو توڑ ڈالیں جو حق تنہا ہزاروں ووٹروں کی رائے جس کے ہاتھ چاہتے ہیں، بیچ دیتے ہیں اور اس سوداگری میں سالہا سال سے منافع کماتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر ایک مسلمان کا ووٹ خدا کی امانت ہے تو صرف خدا ہی سے اس کا سودا ہو سکتا ہے اور اس کا صحیح مصرف صرف خدا ہی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اب اگر کوئی زمیندار اور کوئی چودھری اور برادری کا کوئی سردھرا کچھ مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جدھر وہ حکم دے، اُدھر آنکھیں بند کر کے ووٹ دے دیا جائے تو گویا وہ خدا اور رسول کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے۔ جس طرح کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے زیر اثر لوگوں سے یہ مطالبہ کرے کہ جس رُخ میں کہوں، اُس رُخ نماز پڑھو، اسی طرح اُسے یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رسوخ کا

دباؤ ڈال کر کسی دوسرے مسلمان کو اس پر مجبور کرے کہ جدھر وہ ووٹ دلوانا چاہتا ہے، پورے اندھے پن کے ساتھ اُدھر ووٹ دے دیا جائے۔ ایسے لوگ ہماری سوسائٹی میں دراصل غیر اسلامی سیاست کی ساری مہلک وباؤں کو پھیلانے کے لئے جراثیم کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے خلاف اب ازالۂ تعدیہ (Dis[illegible]tion) کی ایک باقاعدہ مہم شروع کرنی پڑے گی۔ اثر و رسوخ اگر اسلام کی خدمت کے لئے استعمال ہو تو وہ ایک نعمت ہے، لیکن اگر وہ دین کے تقاضوں اور مملکت کے مفاد کے خلاف برتا جائے تو وہ ایک لعنت ہے اور اس کے خلاف عوام الناس کو بغاوت کرنے کی تعلیم دینا عین خدمتِ دین ہے۔

عوام کی تربیت اور رائے عامہ کی رہنمائی کی یہ مہم کامیاب اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ جماعت اسلامی ملک کی صالح قوتوں کو پوری طرح برسرِ عمل لا سکے۔ چنانچہ صالحیت و تقویٰ رکھنے والے خواص کو احساسِ فرض دلانے کے لئے جماعت ایک مستقل پیغام اپنے ساتھ رکھتی ہے۔

صالحین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مطالبے کی جدوجہد کے نتیجے میں جو قراردادِ مقاصد ہماری دستور ساز اسمبلی میں پاس ہو چکی ہے اُس نے دین و سیاست کی تفریق کے باطل نظریے کو یکسر ختم کر دیا ہے۔ اب یہاں دینداری کو مساجد اور مدارس کی نظر بندی سے نکل کر سیاست کے میدان میں وہ کام کرنا ہے جسے انبیاء و صلحاء نے ہر دور میں سرانجام دیا ہے۔ جس دین کی سرپرستی کے لئے وہ دین سے پھرے ہوئے اقتدار کے سامنے ناکام درخواستیں کرتے چلے آتے ہیں، اب وہ دین اپنے قیام کے لئے خود ان کی خدمات کا طلبگار ہے اور جس اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے لئے وہ ریزولیوشن اور محضر نامے مرتب کرتے رہے ہیں، وہ اپنی عملی تاسیس کے لئے خود اُن کو بلا رہا ہے — کیا وہ اب لبیک نہیں کہیں گے؟

یہاں اسلام سے وفاداری رکھنے والی طاقتوں کو اب ایک کھلا کھلا فیصلہ کن معرکہ درپیش ہے، پھر کیا فسق و صالحیت کی اس کشمکش میں کسی دیندار اور صالح شخصیت یا جماعت کا یہ مقام بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تماشائی بن کر کنارے بیٹھی رہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے آئندہ چند سالوں کے لئے اسلام کی طاقت پسپا ہو جائے؟

یہ تو نفیرِ عام کا وقت ہے اور اس گھڑی میں تو قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ انفروا خفافاً وثقالاً ---- یعنی سروسامان کے ساتھ بھی اور بے سروسامانی کے ساتھ بھی نکل کھڑے ہو جاؤ۔ [illegible] کبھی اپنے

آپ کو خدا کے سامنے صالحین و متقین کی صف میں پیش کیا جا سکے گا؟ اس وقت صالحین کا ادائے فرض سے جی چرانا ایک افسوسناک بے حمیتی کی مثال ہوگا۔

صالحین ملک کو یہ بھی محسوس کر لینا چاہیئے کہ اب وہ غیر اسلامی دور ختم ہو چکا، جب کہ تقویٰ اور صالحیت کا مصرف اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ فسق و فجور کے ہاتھ اپنے آپ کو آلۂ کار بنا کر فروخت کرے، اور بندگانِ اغراض کی جنگِ اقتدار میں دینداری دو حصوں میں بٹ کر ادھر سے بھی اور اُدھر سے بھی آیات و احادیث کے مقدس اسلحہ کے ساتھ جانبازی کرتی نظر آئے۔ اب نیکی اگر کہیں موجود ہے، خدا پرستی کا وجود اگر باقی ہے، اخلاق اور تقویٰ کا جوہر اگر محفوظ ہے، خلوص اور راستی کی دولت بچی رہ گئی ہے، تو اس ساری قوتِ خیر کو معروف کے قائم کرنے اور منکر کے مٹانے کے لئے غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنانا ہوگا۔

اس نازک گھڑی میں جماعت خدا کے نام پر صالحین سے یہ درخواست کرتی ہے کہ:۔

(۱) "تعاونوا علی البر والتقویٰ" کے اصول پر یہ فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کو بہر حال صالحین کے ساتھ تعاون کرنا ہے اور ایک بڑے مقصد کے لئے تعاون کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جزئی اختلاف کو در کنار رکھ دینا ہے۔

(۲) "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" کے اصول پر یہ بھی طے کر لیجئے کہ آپ کو زبان سے، مال سے، قلم سے، اعضا اور قوتوں سے کسی طرح کی کوئی مدد اثم و عدوان کی علامات رکھنے والوں کو بہم نہیں پہنچانی ہے۔ اور فسق و فجور کو مناصب کی طرف بڑھنے سے روکنا ہے۔۔ وقت آ گیا ہے کہ پرانی عادت کے مطابق سیاسی بیوپاری جوڑ توڑ کرنے کے لئے آپ تک پہنچیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے آپ کے پاس اب کورا جواب ہونا چاہیئے۔

(۳) آپ کو معلوم ہے کہ بدی سالہا سال سے منظم چلی آ رہی ہے، لیکن نیکی جس کا ایک بنیادی جزو خود نظم ہے، نہایت درجہ غیر منظم ہے، اور منتشر چلی آ رہی ہے۔ اب یہ انتشار مہلک ہوگا، لہٰذا آپ کو متفرق اصول و مقاصد کے گرد بہت سی ٹولیاں بنا کر کام کرنے کے بجائے اپنے آپ کو ایک محاذ پر مجتمع کر لینا چاہیئے منظم ہونے میں یہ بات مانع نہیں ہے کہ تقسیمِ کار کے لئے کچھ دستے الگ الگ کام کریں لیکن یہ ضروری ہے کہ اصول و

مقصد کی وحدت اور ایک جامع پروگرام کا اشتراک کارفرما ہو۔

یہ بات بڑی ہی مضحکہ خیز ہوگی کہ صالحیت کی طاقتیں کئی جداگانہ مورچوں میں بٹی ہوئی ہوں اور اُن میں نہ وحدتِ مقصد ہو، نہ وحدتِ عمل، بلکہ اُن فسق کی متحد و منظم طاقتوں کی ٹکر لیتے ہوئے یہاں آپس میں دل پھٹے ہوئے اور دماغ دُور دُور ہوں۔

(۴) یہ موقع اسلام اور غیر اسلام کی شکست و فتح کا موقع ہے، اس موقع پر اگر سیاسی گروہ بندیوں اور فقہی دھڑوں کے مفاد کو اہمیت دی گئی تو آپ کے اصل مقصد کو شدید نقصان پہنچے گا۔ یہ آپ کو معلوم ہے ہی کہ یہ طعنہ زبان زدِ عوام ہے کہ علماء و صالحین اپنے فرقی اور فقہی اختلافات میں اس بری طرح مبتلا ہیں کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے متحد ہو ہی نہیں سکتے۔ اس طعنہ کی عملی تردید یا تصدیق کا ایک موقع آپ کو مل رہا ہے اس کو ضائع نہ کیجئے، ورنہ آپ کو دوبارہ مشکل ہی سے لوگ آزمانے پر تیار ہوں گے۔

اگر اس حقیقت کو آپ محسوس کرلیں تو براہ کرم جماعتی، گروہی اور فقہی بحثوں اور مناظروں کے دروازے بند کردیجئے اور اپنے اپنے حلقوں میں اختلافات کی برداشت کے لئے عالی ظرفی پیدا کرنے کی فکر کیجئے۔ نمازوں، دینی تقریبوں، جلسوں اور دوسری سرگرمیوں میں فرقہ وارانہ بنیادوں پر جو علیحدگی پسندی پائی جاتی ہے اسے ختم کرنے کے لئے ربط و تعلق کی حدود کو وسیع کیجئے۔

(۵) اپنی پوری قوتوں کو انتخابات کے بارے میں عوام کی صحیح شرعی رہنمائی کرنے میں صرف کیجئے اور یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھیے کہ آپ نے اگر کسی ووٹر کو غلط رہنمائی بہم پہنچائی تو آپ عنداللہ مجرم ہوں گے اور اگر کوئی فاسق و فاجر شخص آپ کی مدد سے یا آپ کی غفلت سے برسرِ اقتدار آ گیا تو وہ اپنے اختیارات کو خدا و رسول کی جن جن نافرمانیوں میں استعمال کرے گا، اُن کے بارے میں آپ کو بھی ایک حصہ دار کی طرح خدا کے روبرو جوابدہی کرنی پڑیگی۔

جماعتِ اسلامی یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہے کہ صالحین کو ان فرائض کا احساس دلانے کی ایک مخلصانہ جدوجہد یقیناً نتیجہ خیز ہوگی۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں صالحیتِ تقویٰ کی جتنی زیادہ سے زیادہ قوت یکجا سمٹ سکے گی اور ایک مشترک مقصد کے لئے منظم کام کرنے پر تیار ہوگی، اس کے ذریعے رائے عامہ کو اسلام کے حق میں ہموار کرنے کا کام تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔

انتخابات میں شریک ہونے کا پروگرام سامنے لاتے ہی، جماعت اسلامی اپنا منشور پیش کر دینے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ اس سوال کا جواب دینا اب اس کے لئے لازم ہوگیا ہے کہ آخر جماعت صالحین کو برسرِ اقتدار لا کر ان کے ذریعے کیا پروگرام عمل میں لانا چاہتی ہے اور کونسی تبدیلیاں موجودہ حالات میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔

یہ ظاہر بات ہے کہ جماعت اسلامی چونکہ ہوسِ اقتدار کی لعنت سے بچنا چاہتی ہے، اس لئے وہ اس معنی میں تو کوئی منشور نہیں دینا چاہتی جس معنی میں عام طور پر مغربی طرز کی سیاسی جماعتیں مینی فسٹو دیا کرتی ہیں۔ عام طور پر تو "مینی فسٹو" ووٹوں کی بھیک لینے کے لئے کاسۂ گدائی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن ہم اس "پیشے" کے جواز ہی کے قائل نہیں ہیں۔

ہم اگر اپنا "منشور" ملت کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ اگر ملت کو تعمیر نظامِ اسلامی کے کام میں ہماری خدمات کی ضرورت پیش آئے تو اسے پہلے سے معلوم ہونا چاہیے کہ جماعت اسلامی کا تعمیری پروگرام کیا ہے؟ وہ دستور سازی کے لئے، موجودہ نظم ونسق کی تبدیلی کے لئے، مختلف محکموں کے نظم کو اسلامی نہج پر ڈھالنے کے لئے، رشوت ستانی اور خیانت کے خاتمے کے لئے، تعلیمی اور عدالتی نظام کی تجدید کے لئے، مالیات کی نئی ترتیب کے لئے، اصولِ کفالت پر تنخواہوں اور معاوضوں کی نئی درجہ بندی کرنے کے لئے، مزدوروں اور مزارعین کو انصاف بہم پہنچانے کے لئے، مہاجرین کی فوری بحالی کے لئے، ماحول کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے اور ملک کو غیر ملکی استیلاء سے بچا کر استحکام دینے کے لئے کیا اسکیمیں اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اس منشور کے ذریعے قوم کو جماعت کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں کا اندازہ ہو سکے گا۔ علاوہ بریں اس منشور کی روشنی میں مختلف صالح عناصر پر یہ بات واضح ہو سکے گی کہ جماعت اسلامی سے اُن کا تعاون کن بنیادوں پر ہو سکتا ہے۔

منشور کی ترتیب کا کام جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے اپنی جس سب کمیٹی کے سپرد کیا ہے، وہ برابر اپنے کام میں مصروف ہے۔

یہ منشور قوم پر خود واضح کر دے گا کہ ایک ایسی طاقت میدان میں آرہی ہے جو پرانی طاقتوں سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی، نیز عوام کو اس منشور کے ذریعے یہ اندازہ بھی از خود ہو جائے گا کہ اب کیا کام پیشِ نظر ہے اور اس کے لئے کیسے کارکن درکار ہیں۔

ان مختلف ذرائع تربیت کی مدد سے جہاں بھی جماعت اسلامی فضا کو ہموار کر سکے گی وہاں اس کے کارکنوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ محلوں اور بستیوں اور حلقہ ہائے انتخابات کے ان تمام بااثر صالحین کو ایک جگہ جمع کر کے بٹھائیں جن میں مومنانہ ذمہ داری کا احساس ابھر چکا ہو اور جو انتخاب میں اسلام کے اصولی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کا تہیہ کر چکے ہوں۔ ان اجتماعات میں کھلا سوال رکھنا پڑے گا کہ کسی محلے، بستی یا حلقۂ انتخاب میں اسلامی معیار کے مطابق منصب کے لئے اہل ترین فرد کونسا ہے؟

ایسی مجالس میں برادریوں کی عصبیتوں، خاندانی کشمکشوں اور پروپیگنڈے کی سحر طرازیوں سے الگ ہو کر جب لوگ سنجیدہ غور و فکر کے لئے بیٹھیں گے اور ان میں سے ہر شخص خدا کو حاضر ناظر جان کر علاقے کے کسی بہترین آدمی کی نشاندہی کرنے کی کوشش کرے گا، تو اس کی نگاہ معمولی لغزش تو کھا سکتی ہے، لیکن ایسی کھلی ہوئی غلطی بہرحال نہیں کر سکتی کہ وہ کسی جانے ہوئے فاسق و فاجر شخص کو اسلامی نظام چلانے کے لئے منتخب کرے۔ پھر جن مختلف اشخاص کی نشاندہی کی جائے گی ان کے متعلق پوری مجلس کو اسلامی معیار انتخاب کے ایک ایک پہلو سے تفصیلی غور کرنا ہوگا کہ کس کی حقیقت کیا ہے!

ان مجالس میں شرکت کرنے والے اپنی اپنی معلومات کے مطابق قابل غور اشخاص کی نشاندہی کریں گے، اور پھر ان کی ذہنیت، ان کے علم و بصیرت، ان کے سیرت و کردار کے متعلق تفصیل سے گفتگوئیں ہونگی، ان کی سابق کارگذاریوں کا جائزہ لیا جائے گا اور اس طرح کسی متفقہ نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی جائیگی۔ یہ بھی کچھ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی نشست میں قطعی فیصلہ ہو جائے، بلکہ ابتدائی غور و فکر کے بعد لوگوں کو بار بار سر جوڑ کے بیٹھنا ہوگا، یہاں تک کہ سب کی نگاہیں کسی ایک صالح ترین فرد پر جم جائیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ ایک صحیح آدمی کو معلوم کرنا بڑا مشکل ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ لوگ اپنے ماحول کے برے اور بھلے لوگوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اپنے آس پاس کے نمایاں افراد کے متعلق بالعموم بچے بچے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عادات و اطوار کیا ہیں، اس کی کمائی کس نوعیت کی ہے، اس کی معاشرت کیسی ہے، اس کا لین دین کس طرح کا ہے، اس کی دوستی اور دشمنی کن لوگوں سے ہے اور اس میں بھلائیاں کتنی ہیں اور برائیاں کیا کچھ ہیں۔ آخر لوگ جب گھر کے لئے ایک خادم، دکان کے لئے ایک محاسب،

مویشیوں کے لئے ایک چرواہا رکھتے ہیں تو اپنی ضرورت کا آدمی ڈھونڈ ہی نکالتے ہیں، اور پھر لوگ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جب رشتے کے ضرورت مند ہوتے ہیں تو اپنے معیار کے مطابق تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ملک کا انتظام اسلام کی اسکیم پر چلانے کے لئے ہی کام کے آدمیوں کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکامی ہو۔

ان مجالس میں جماعت اسلامی کے کارکن اپنی معلومات بھی بہرحال پیش کریں گے اور کسی بہتر فرد کا تعارف کرانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ غور و فکر اور بحث و جرح کے بعد ایک علاقے کے صالحین اپنے طور پر جسے نامزد کر دیں گے، پھر ان کی ساری حمایت و تائید اسی کے لئے وقف ہو گی۔ وہ اگر عذر و انکار کرے گا تو اُس کو مجبور کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس کے پاس زرِ ضمانت نہیں ہوگا، تو زرِ ضمانت فراہم کرنا ہوگا، اس کے خلاف اگر جھوٹا پروپگنڈا کیا جائے گا تو اس کی روک تھام کرنی ہوگی، اُس کے خلاف اگر برادریوں کے محاذ بنائے جائیں گے تو عوام کی مدد سے اُن کو توڑنا ہوگا اور اس کے خلاف اگر کوئی دوسرا آدمی پہلے سے کھڑا ہو یا بعد میں امیدوار بن کے اُٹھے تو اس کو نام واپس لینے پر مجبور کرنا ہوگا، اس کے مخالفین اگر باہر سے کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو لے کے آئیں تو اس کو کورا جواب دینا ہوگا۔

اس طرح اگر ایک علاقے کے صالحین — علماء، ائمہ و خطیب، ادیب اور اہل قلم، بااثر اور ذمہ دار اکابر — بالاتفاق کسی صالح آدمی کو اقتدار پر لانے کا تہیہ کرلیں اور عوام کی صحیح رہنمائی کے لئے متحدہ جدوجہد کریں تو بڑی سے بڑی جماعت ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے بعد بھی کسی غلط آدمی کو اُس علاقے سے منتخب نہیں کرا سکتی۔

اس طرح کے مقامی اور علاقائی مشوروں کے نتیجے میں اگر کسی حلقے کے صالحین بالاتفاق جماعت اسلامی پر اظہارِ اعتماد کریں اور اُس سے کسی صالح کارکن کے نامزد کرنے کا مطالبہ کریں تو جماعت بہرحال بصیرت و دیانت کے لحاظ سے بہترین کارکن فراہم کرنے کی کوشش کرے گی۔ لیکن جہاں جماعت کے لئے اپنے اندر سے کوئی آدمی پیش کرنا ممکن نہ ہوگا یا جہاں معیارِ مطلوب کے مطابق جماعت سے باہر کے کسی صالح اور اہل شخص

بقیہ صفحہ [illegible] پر